# خلیفہ عبدالحکیم اور اسلامی فطریت

ڈاکٹر روبینہ کوثر لودھی

یونانی لفظ (Physi) فطرت (Nature) سے مراد تمام مظاہر (Phenomenon) یا عالم ظواہر (World of Appearance) ہے- دوسرے لفظوں میں فطرت (Nature) سے مراد کسی بھی شے کے ان قوانین اور اصولوں کا نام ہے جن کے تحت ان اشیاء کے کردار کو بیان کیا جاتا ہے، چنانچہ فطرت کے ان دونوں مفاہیم کو ایک دوسرے سے کسی صورت بھی جدا نہیں کیا جا سکتا ہے- دور حاضر میں فطریت (Naturalism) سے مراد فلسفیانہ احدیت کی وہ نوع ہے جس کے مطابق جو کچھ بھی موجود ہے یا جو کچھ بھی وقوع پذیر ہو رہا ہے، وہ صرف اسی مفہوم میں فطرتی یا (Natural) ہو گا،اگر فطرتی علوم کے طریقہ ہائے کار اور مثالوں سے اسے ثابت کیا گیا ہو گا،جب کہ فطریت یا Naturalism کی عام تعریف کے مطابق سائنسی وضاحتوں سے قطع نظر کائنات میں تمام اکائیوں کا وجود اور واقعات کا وقوع پذیر ہونا ایک اصول یا قانون کے مطابق ہے-تاہم فطریت (Naturalism) کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ کائنات میں موجود یہ مخصوص قسم کی اکائیاں کون سی ہیں اور کتنے مختلف قسم کے واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں- اس کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ ان اکائیوں کا وجود زمان و مکان کا رہین منت اور قانون علت کا پابند ہے-

مسلم مفکرین بالخصوص جدید پاکستانی مفکرین میں خلیفہ عبدالحکیم وہ صاحب بصیرت شخص ہیں جنھوں نے فطریت پر بحث کو آگے بڑھایا ہے- خلیفہ صاحب کے تصور فطرت پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم مسلم فکر کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں- جہاں فطرت اور قانون فطرت سے متعلق تین نظریات ملتے ہیں:-

۱- ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ کائنات میں کوئی بھی واقعہ خلاف فطرت وقوع پذیر نہیں ہوتا- قوانین فطرت ازلی و ابدی ہیں جن میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ یہ قوانین خدا کے عملی وعدے کی حیثیت رکھتے ہیں- معتزلہ اسی نظریے کے علمبردار تھے اور انیسویں صدی کے مسلم مفکر سید احمد خان نے بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے- ان کے نزدیک بھی خدا جب قوانین فطرت کو ایک مرتبہ وضع کر دیتا ہے تو پھر ان میں کسی بھی صورت تبدیلی کا امکان نہیں رہتا، یہی

سائنسی نظریہ بھی ہے - سائنس میں اس نظریے کی حمایت مل نے کی ہے - اس کے خیال میں کائنات میں علت ومعلول کا ایک لا متناہی سلسلہ پایا جاتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا - قوانین فطرت، تخلیق فطرت سے قبل متعین کر دیے گئے تھے جن میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی - چنانچہ سر سید احمد خان کے نظریے کو اس سائنسی فطریت کے پس منظر ہی میں سمجھا جا سکتا ہے بلکہ خود اسلام، ایک خاص سطح پر، فطرت میں دخل اندازی کی تردید کرتا ہے، اور نہ ہی قرآن میں کہیں ایسے واقعات کی تائید ملتی ہے جو فطرت کے عمومی قوانین کے خلاف ہوں، اور اسی وجہ سے سر سید احمد نے معجزات کا انکار کر دیا تھا - ارشاد خداوندی ہے: ''تم خدا کی عادت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے''(۱) - تفسیر القرآن، جلد سوم، میں سر سید احمد لکھتے ہیں'' میں معجزات کے وجود سے اس لیے انکار نہیں کرتا کہ وہ عقل کے خلاف ہیں بلکہ اس لیے نہیں مانتا کہ قرآن ایسے واقعات کی تائید نہیں کرتا جو فطرت کے عمومی قوانین کے خلاف ہوں''(۲) -

۲ - دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ کائنات میں جتنے بھی واقعات رونما ہوتے ہیں، وہ سب بلا واسطہ اور براہ راست اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے سے رونما ہوتے ہیں - کوئی ایسے قوانین موجود نہیں جو فطرت میں از خود کارفرما ہوں اور جن کی معروضی نوعیت کو سائنسی تجرباتی تحقیق سے دریافت کیا جا سکے، مثلاً اگر پانی کا کام پیاس بجھانا اور آگ کا کام جلانا ہے تو پانی پینے اور پیاس بجھ جانے کے مابین کسی قسم کے علت ومعلول کا رشتہ نہیں ہے - خدا در اصل اپنے ذاتی ارادے سے ہر فعل کو اسی وقت پیدا کر دیتا ہے - ان کے نزدیک معجزات معمول کے عین مطابق اور سراسر فطری ہیں، اور تمام فطرت کلیتاً معجزات پر مشتمل ہے - ان کے نظریے کا پرچار اشاعرہ اور امام غزالی نے کیا - انہوں نے اس آیت قرآنی کو اپنے موقف کی حمایت میں بطور دلیل پیش کیا ''بے شک خدا ہر شے پر قادر ہے'' -

۳ - ان دو نقطہ ہائے نظر کے مابین عوام الناس کا نظریہ ہے - ان کے نزدیک عام حالات میں تو قوانین فطرت موثر رہتے ہیں لیکن جب خدا چاہے تو ان میں دخل اندازی کر کے کوئی غیر معمولی واقعہ وقوع پذیر کر سکتا ہے جسے مذہب کی زبان میں معجزہ کہتے ہیں - عصر حاضر میں مسلم فکر کی اس روایت کو خلیفہ عبدالحکیم نے برقرار رکھا ہے - انہوں نے معتزلہ اور سر سید احمد خان کی قائم کردہ اس روایت کو فطریت اور فوق الفطریت کی بحث کے ذریعے آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور فوق الفطریت اور فطریت کے مابین تعلق کو واضح کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہی وہ اسباب تھے جو مشرق ومغرب میں عقائد کی توجیہ کے دوران ان کی کمزوری کا باعث بنے - مذاہب میں بعض رسومات اور مذہبی معمولات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر اعتقاد

رکھنا لازم ہو جاتا ہے لیکن جدید دور میں ان اعتقادات کی کچھ ایسی توجیحات پیش کی گئیں ہیں کہ عوام الناس کے ان معتقدات کی پہلے کی سی حیثیت قائم نہیں رہی - چنانچہ مذہب کی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کے فوق الفطرت عناصر کو سمجھا جائے - اس دوران فطریت کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے - خلیفہ صاحب کے خیال میں یہ دو اصطلاحات فطریت اور فوق الفطریت غیر متعین اور گمراہ کن ہیں ، اور ضرورت جس امر کی ہے ، وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ ان دونوں کے رابطے سے کسی مفید نتیجے پر پہنچا جائے ، ان کی واضح تعریف کر دینی چاہیے (۳) -

| فطریت | ما فوق الفطریت |
|---|---|
| نفس بشری | نفس الوہی |
| نفس بہمی | نفس بشری |
| نفس | نفس بہمی |
| مادہ | مادہ |

مثلاً اگر فطرت سے مراد مادۂ حیات ، نفس اور ماورائے نفس منظّم موجودات ہیں ، اور اگر واقعی اس کی کوئی حقیقت ہے ، تو فطریت سے مراد ہستی کے تمام مراتب بمع حیات الوہی شامل ہوں گے - خلیفہ صاحب کے خیال میں فطریت کے اس وسیع اور جامع مفہوم کو تسلیم کرنے کے بعد کوئی چیز فطرت سے باہر نہیں ہو سکتی اور اس طرح فوق الفطریت محض ایک سلبی تصور رہ جائے گا جس کی فطریت کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رہے گی - یوں فطریت خلیفہ صاحب کے نزدیک ایک وسیع مفہوم کی حامل ہے ، یعنی انیسویں صدی میں پروان چڑھنے والی وہ فطریت نہیں جو بہت محدود وسعت رکھتی ہے - اس فطریت کو صرف مادی یا میکانی مفہوم میں لیا جاتا تھا کیونکہ ان کے نزدیک صرف وہی اشیاء حقیقت کی حامل تھیں جن پر غور وفکر کیا جا سکتا تھا- مادہ اور توانائی ان کے نزدیک مجرد حقیقت کی حیثیت رکھتے تھے - اس فطریت کے متعلق خلیفہ صاحب کا خیال تھا کہ یہ فطریت عام سائنس نہیں تھی بلکہ ایسی فطریت تھی جو سائنس نہیں کہلائی جا سکتی - یہ ایک طبیعیات تھی جو مذہب سے برسر پیکار رہی (۴) - یہی فطریت یورپ کے فلسفۂ فطریت کی بنیاد بنی جس کی رو سے قوانین فطرت پوری کائنات پر حاوی ہیں اور کارخانۂ کائنات چند ازلی و ابدی اور آفاقی اصولوں کے مطابق چل رہا ہے جو غیر متبدل اور ناقابل شکست ہیں - اور وہی انسان کامیاب اور کامران ہے جو فطریت کے قوانین کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ہیئت کی تشکیل کرتا ہے کیونکہ ان کی خلاف ورزی قانون فطریت کی خلاف ورزی ہے - چنانچہ اس کے یورپی محققین نے بھی یہ موقف اختیار کیا کہ رائج

الوقت مذاہب کی تردید کر کے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا جائے جو فطریت کے قریب تر ہو اور تحقیقات علمی کا ساتھ دے سکے- برطانوی فلسفی ''ولیم پیلی'' کی کتاب Natural Theology نے فطریتی مذہب کے لیے بنیادیں فراہم کیں ، علاوہ ازیں جان سٹورٹ مل ، ہکسلے ،سپنسر اوراگست کومتے کے نظریات نے اس مذہب کی ترویج کو تقویت دی- اس طرح فطریت عوام الناس کے مذہبی نظریات سے ٹکراتی رہی - انیسویں صدی کے برصغیر میں فطریت پسندی کی اس تحریک کے بانی سر سید احمد خان تھے جنہوں نے اسلام کو مذہب فطرت ثابت کرنے کے لیے اس کے مابعدالطبیعیاتی تصورات جنت ، دوزخ ،ملائکہ ، وحی ،معجزات کی فطریتی توجیہ کی جو روایتی مذہبی عقائد سے تصادم کا باعث بنی کیونکہ ان مذہبی عقائد کی فطریتی توجیہ ممکن نہیں ،صرف ایمان بالغیب کے تحت ہی مانا جا سکتا ہے ، اور انسان موجودہ زندگی میں ان میں سے بعض تصورات کی کیفیت کونہیں جان سکتا ، یہ انسان کے لیے غیب کی حیثیت رکھتے ہیں ، یہ صرف انسانوں کے لیے ہے کیونکہ خدا علیم و بصیر ہے اور ہر شے کا علم رکھتا ہے (۵) - مذہب ،غیبیات پر یقین رکھتا ہے ، اور فطریت مظاہر تک محدود رہتی ہے ، اسی لیے مذہب نے فطریت سے کنارہ کر لیا کیونکہ اس کے نزدیک غیبیات کی کوئی حقیقت نہیں ہے - فطریت کی بنیادیں چونکہ عقلیت میں ہیں ، اور عقل ہر شے کا ثبوت مانگتی ہے، اس لیے فطرت کے زمرے میں ہستی کے وہ تمام مراتب آتے ہیں جو اصول علیت کے تابع ہیں (۶) - کائنات کی اشیاء کے مابین علت ومعلول کے رشتے ساری فطرت کی عکاسی کرتے ہیں - کوئی شے محض غیب سے یکا یک ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ اپنے وجود کے لیے اپنے سے پیشتر کسی نہ کسی علت کی رہین منت ہے ؛ جبکہ مذہب اکثر فوق الفطرت حقائق کو زیر بحث لاتا ہے جو فطریت کے دائرۂ کار سے باہر ہوتے ہیں - اور یہی ان کے مابین وجہ اختلاف بھی ہے - فوق الفطریت سے انکار گویا ان مذہبی حقائق سے انکار ہے، اس لیے لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی تعریف اس طرح کی جائے کہ ہم فطریت کے مدارج طے کرنے کے بعد خود بخود فوق الفطریت کی طرف گامزن ہو جائیں - اس نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ اگر فوق الفطریت کی اس اصطلاح کو برقرار رکھنا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ فطریت درجاتی وجود کی حامل ہے جس کے چار درجات تو مشاہدے اور تجربے میں آ ہی چکے ہیں ، یعنی مادہ ، حیات ، نفس بہمی اور نفس بشری - اگر ہم ان چاروں کو ترتیب وار ادنیٰ سے اعلیٰ کی جانب اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب دیکھیں تو حیات مادہ کے لیے فوق الفطرت چیز ہے ، نفس بشری ان تمام مراتب کے لیے ماورائے فطرت ہے جو اس سے ادنیٰ ہیں - ادنیٰ کے قوانین اعلیٰ پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے گو کہ اعلیٰ کے اندر یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ ادنیٰ کو اپنے اندر سمولے اور اصول تعلیل کے مطابق ڈھال لے (۷) -

وجود کے یہ مراتب انسان کے روز مرہ تجربے میں آتے رہتے ہیں - خلیفہ صاحب کے خیال میں اگر مذہب ان مراتب پر اعتقاد رکھتا ہے تو یہ کوئی غیر عقلی بات نہیں بلکہ یہ ان مراتب کو وسعت دے کر اس بات پر زور دیتا ہے کہ فطرت تجربہ شدہ حقائق پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ مادہ سے خدا کے طرف وسعت پذیر ہوتی ہے جو ہر چیز کا ظاہر و باطن ہے - اسے وہ فوق الفطریت کا نام دیتے ہیں اور یہی غیبیات پر ایمان لانا بھی ہے ، اور مذاہب حق بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں-- ان کے نزدیک فوق الفطریت کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر لیے جاتے ہیں ، یعنی ایسی چیز جو خلاف فطرت ہو - ان کا کہنا ہے کہ اسلام ایسی فوق الفطریت کی تردید کرتا ہے جو فطرت کے کاموں میں ایک خاص سطح پر بے اصول دخل اندازی ہے - کوئی بھی غیر معمولی واقعہ جو روحانی قوت کے ذریعے کسی برگزیدہ پیغمبر یا ولی سے سرزد ہوتا ہے ، وہ کوئی فوق الفطرت چیز نہیں ہے ، محض اتنی سی بات ہے کہ اعلیٰ سطح کی علیت ادنیٰ سطح کے وجود میں تعلیلی نتائج کو بدل دیتی ہے (۸) -

اگر روز مرہ کے تجربات کا بغور جائزہ لیا جائے تو وجود کے تین طبقات ، مادہ ، حیات ، نفس ، سامنے آتے ہیں - ان تینوں طبقات کی قسمیں اپنی علیت میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں - ہر سطح کی اپنی علیت ہوتی ہے جو اپنے سے نچلی سطح کو متاثر کرتی ہے - جب حیات اپنے سے نچلی سطح کو متاثر کرتی ہے تو مادی علیت (Material Cause) کی جگہ حیاتی اعمال یا Life Actions لے لیتے ہیں - مثلاً بیج ایک بے جان چیز ہے - اگر اسے مادہ متصور کر لیا جائے تو اسے زمین میں بویا جاتا ہے تو اس میں جب زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو مادی علیت کی جگہ حیات کے اعمال لے لیتے ہیں جن میں موسموں کی تبدیلی ، زمین کی ہمواری نشو ونما کی خوراک شامل ہوتے ہیں - مادے کا اصول یہ ہے کہ جس حالت میں ہو ، اسی میں رہتا ہے ، اور کشش ثقل کے اصول کے مطابق اشیاء نیچے کی طرف آتی ہیں ، اوپر کی طرف نہیں جاتیں- اسی طرح جب حیات بیج یعنی مادے پر اثر انداز ہوتی ہے تو مادی سطح کے قوانین ختم ہو جاتے ہیں، بالکل اسی طرح جب نفس حیات کو متاثر کرتا ہے تو نفسی اعمال حیاتی علیت کی جگہ لے لیتے ہیں اور حیات کے قوانین دب جاتے ہیں - مثلاً انسان نفس و حیات کا مجموعہ ہے لیکن نفس کی کارفرمائی زیادہ واضح ہوتی ہے کیونکہ حیات کے اندر بلا ارادہ نشو ونما کی صلاحیت ہوتی ہے ، لیکن جب یہ انسانی جسم میں نفس انسانی کے ساتھ مل جاتی ہے تو نفسی اعمال حیاتی اعمال پر حاوی ہو جاتے ہیں - اور وجود کے ان تین مدارج یعنی مادہ ، نفس اور حیات میں برتر اپنے سے فروتر کے اعمال میں تبدیلی پیدا کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مقصد کو پورا کرتا ہے - یوں ہمیں ایک

عالم گیر قانون ہستی سے آ گاہی حاصل ہوتی ہے، اگرچہ اس عمل کی منطقی ونظری توجیہ ممکن نہیں۔ خلیفہ صاحب کے نزدیک نفس کے اوپر وجود کے اور بھی مراتب ہو سکتے ہیں جنہیں عام آدمی اور سائنس دان کی نسبت مذہبی اور متصوفانہ تجربات رکھنے والے حضرات زیادہ بہتر طریقے پر سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اول الذکر کو مافوق الفطرت کا تجربہ نہیں ہوتا؛ جبکہ تمام بڑے بڑے مذاہب روح یا مافوق النفس حیات سے بحث کرتے ہیں- جس طرح وجود کے تین طبقات کی سطح پر علیت کارفرما ہوتی ہے جس کی بنا پر یہ درجات صعود کرتے ہوئے نفس کی سطح پر منتہی ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح نفس کے اوپر جو الوہیت کی سطح ہے، وہاں بھی ایک خاص قسم کی علیت ہونی چاہیے جہاں خدا علت العلل کی طرح کارفرما ہو جو اپنے سے فروتر پر اثر انداز ہو کر اس میں تبدیلی پیدا کرے، کیونکہ جب حیات مادے کے اعمال بدل سکتی ہے اور نفس حیات کے اعمال میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے تو پھر اقالیم اپنے جملہ ماتحت اقالیم میں ایک برتر کلی مقصد کی تکمیل کے لیے تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں- مادی فطرت اس وقت تک اپنے تسلسل وترتیب کو جاری رکھ سکتی ہے جب تک کہ حیات واضح ہو کر اسے اپنے مقاصد کے مطابق نہ ڈھال لے- اسی طرح حیات اس وقت تک ترقی کرتی رہتی ہے جب تک کہ نفس اسے اپنے مقاصد کے مطابق نہیں کر لیتا - اس طرح ہم درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے خدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں تو خدا میں یہ قدرت اور ارادہ ہوتا ہے جو اپنے تابع ہر شے کو اپنے مقاصد کے مطابق کر لیتا ہے- اسی کو مذہب کی زبان میں معجزہ کہتے ہیں- خلیفہ صاحب معجزہ سے مراد قوانین فطرت کی خلاف ورزی نہیں لیتے، کیونکہ اگر تمام مراتب وجود کی کلیت کو فطرت کا نام دیا جائے تو فوق الفطرت کی اصطلاح بے معنی ہو جائے گی کیونکہ قوانین کو توڑا نہیں جا سکتا، بلکہ ایک قانون دوسرے قانون کے کاموں میں دخل اندازی کر سکتا ہے اور نتیجے میں اس کے مطابق تبدیلی واقع ہوتی ہے(۹)-

فطرت
نفس الوہی
نفس بشری
نفس بہمی
نفس

مادہ

خلیفہ صاحب کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اگر فطرت سے مراد تین مراتب وجود یعنی مادہ، حیات اور نفس ہیں جس کی سب سے اعلیٰ سطح الوہیت ہے تو ہمیں کائنات میں ہر چیز معجزہ نظر

آئے گی - مادے کے حوالے سے دیکھیں تو حیات کی سطح کے تمام اعمال معجزہ دیکھائی دیں گے، اور اگر حیات کی سطح سے دیکھیں تو نفس کے تمام اعمال معجزہ دیکھائی دیں گے -لیکن اگر ان تینوں اعمال کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو اس کائنات میں کوئی معجزہ نہیں ہوتا اور ہر چیز قوانین فطرت کے عین مطابق ہو رہی ہے -

خلیفہ صاحب نے اسے واضح کرنے کے لیے خوارق عادت کے مفہوم کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے - عام طور پر خوارق عادت کے معنی قوانین فطرت کو معطل کر دینے کے لیے جاتے ہیں-

امام رازی کے استدلال کے مطابق خرق عادت وہ شے ہے جو خلاف عادت وقوع میں آئے گو اس کے لیے کوئی غیر معمولی علت موجود نہ ہو(۱۰)- اصغر علی روحی کے نزدیک-''خرق عادت کے صرف یہی معنی ہیں کہ کوئی امر خلاف طریق معہود وقوع میں آیا ہے (۱۱) -

خلیفہ صاحب کے خیال میں'' اسلام ،خوارق عادت کی اصطلاح کو عام فہم میں تسلیم نہیں کرتا کہ یہ عارضی طور پر قوانین فطرت کو معطل کر دیتے ہیں ، یہ ان کو خدا کی ذات سے وابستہ کرتا ہے جس کو ہم اپنے تجرباتی مراتب وجود میں دیکھتے ہیں(۱۲)'' - خدا کائنات کا خالق ہے اور کائنات میں ہر عمل اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے - اس نے انسان کو بہت محدود اختیارات سے نوازا ہے - تمام تر علیت کا خالق وہی ہے لہٰذا اس سے مختلف قسم کی علیتوں کے ذریعے سے جو خود اس کی مشیّت کی تخلیق ہیں ، کا پابند نہیں - کوئی مخلوق اپنے خالق کو مطلقاً محدود نہیں کر سکتی --- فطرت کے کاموں میں تبدیلی کس طرح اور کب واقع ہوتی ہے ، یہ صرف تجربے اور مشاہدے کے ذریعے ہی ممکن ہے(۱۳) -

اگر انسان فطرت کا بغور مشاہدہ کرے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس کائنات کی تمام اشیاء اور انہیں نظم و ترتیب عطا کرنے والے قوانین براہ راست کسی ہستی مطلق کے تابع ہیں جو ان میں نظم و ترتیب کا باعث بنتی ہے - اسلام ، خدا کا جو تصور پیش کرتا ہے ، وہ ایک قادر مطلق کا تصور ہے جو قوانین فطرت سمیت ہر شے پر قادر ہے اور کسی کے قانون فطرت کا پابند نہیں - مثلاً ، جیسا کہ سر سید احمد خان کا یہ خیال تھا کہ خدا نے ایک بار جو قوانین نافذ کر دیے ہیں وہ ان میں تغیر کا مجاز نہیں اور قانون فطرت ناقابل تغیر ہیں ، اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے خلاف کبھی کوئی چیز وقوع پذیر ہو - اس نظریے کے بالکل برعکس یہ نظریہ ہے کہ خدا کو قادر مطلق تسلیم کر لینے کے بعد قانون فطرت کو ناقابل تغیر نہیں کہا جا سکتا ؛ البتہ قوانین فطرت کو لا متناہی ضرور کہا جا سکتا ہے - مولانا اصغر علی روحی کے نزدیک قوانین فطرت کو ہم محدود نہیں کر

سکتے --- اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے قویٰ محدود ہیں اور قدرت ذات باری غیر محدود ہے؛ اس لیے محدود شے کسی بھی غیر محدود شے کا کبھی بھی احاطہ نہیں کر سکتی (۱۴)۔

خدا جب ان قوانین کی بدولت کائنات میں کوئی ردو بدل کرتا ہے تو انسان اپنی محدود عقلیت کی بنا پر انہیں سمجھ نہیں پاتا - اس کے لیے اسے وسعت نظری کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان کی صحیح نوعیت سے باخبر ہو سکے - اس ضمن میں خلیفہ صاحب کا خیال ہے کہ اگر فطرت میں کہیں انتشار نظر آتا ہے تو انسان کو یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ درست طریقے پر سمجھ نہیں رہا - کائنات خدا کی ایک منظّم تخلیق ہے - علیت کے طریقے تو بدلتے ہی رہتے ہیں، لیکن قانون ہر جگہ کارفرما ہے - مختلف علتوں کی صورت مختلف قوانین مختلف سطحات پر کارفرما ہیں - خدا علت العلل ہے - خلیفہ صاحب کے نزدیک علیت سے مراد محسوسات میں خدا کا قائم کردہ ایسا سلسلہ ہے جس میں صرف برتر قوانین کے ذریعے سے ہی تغیر ہو سکتا ہے (۱۵)۔

خلیفہ صاحب کے اس نظریے سے ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ معجزات ایک لحاظ سے فطرت کے خلاف بھی ہوتے ہیں - کیا معجزات خلاف فطرت ہیں یا فطرت کے عین مطابق، اس سوال کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم فطرت سے کیا مراد لیتے ہیں - اگر فطرت سے ہماری مراد محض مادی یا میکانی قوانین نہیں بلکہ تین مراتب وجود یعنی مادہ، حیات اور نفس کی علمبرداری ہے تو مادے پر حیات کی کارفرمائی بھی ہمیں معجزہ دکھائی دے گا، اور حیات کی سطح سے دیکھا جائے تو نفس کی فعلیت بھی ہمیں معجزہ نظر آئے گی - اگر ان تینوں مراتب وجود سے الوہی علیت کو دیکھا جائے تو وہ ہمیں معجزہ دکھائی دے گی -

اگر ان چاروں سطحات وجود کو فطرت کا مترادف قرار دیا جائے تو کائنات کی کوئی شے معجزہ نہیں رہے گی - بہر حال، اس بات کا انحصار اس پر ہے کہ ہم فطرت کا ایک وسیع مفہوم لیں جیسا کہ قرآن نے لیا ہے - قرآن، کل فطرت کو فطرت اللہ سے تعبیر کرتا ہے ؛ چنانچہ انسان کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ فطرت الٰہی ہے جس پر انسان کی تخلیق ہوئی -

فطرت الله التی فطر الناس علیها ط

(قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا)(۱۶)۔

اس مفہوم میں فطرت ہر جگہ یکساں ہے، خدا کی مرضی کے خلاف اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی -

لن تجد لسنتهً الله تبدیلاً

(اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے کوئی ردو بدل نہ پاویں گے)[۱۷] -

اس نوعیت کی تمام آیات کا مفہوم ہماری سمجھ میں اس وقت آتا ہے جب ہم فطرت کو ایک وسیع ترین مفہوم میں لیتے ہیں - خلیفہ صاحب نے اسے اسلامی فطریت یا Islamic Naturalism کا نام دیا ہے-

# حواشی

۱- القرآن، ۲۳: ۴۸

۲- Quoted by M.M Sharif: *A History of Muslim Philosophy*, P.1605

۳- قطب الدین احمد (مترجم): اسلامی نظریۂ حیات ص: ۳۶

۴- ایضاً ص: ۳۷

۵- ایضاً

۶- ایضاً

۷- ایضاً

۸- ایضاً ص: ۳۸

۹- ایضاً ص: ۴۴

۱۰- شبلی نعمانی: علم الکلام اور الکلام مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی، ۱۹۶۷ء ص، ۲۱۱

۱۱- اصغر علی روحی: ماضی الاسلام، جلد اول مطبوعہ منظور عام پریس سٹریٹ پیسہ اخبار لاہور ۱۹۵۰ء

۱۲- قطب الدین احمد (مترجم) اسلامی نظریۂ حیات: ص۴۴

۱۳- ایضاً

۱۴- اصغر علی روحی: ماضی الاسلام ص، ۳۲

۱۵- قطب الدین احمد: مترجم اسلامی نظریۂ حیات ص، ۴۵

۱۶- القرآن: ۳۰: ۳۰

۱۷- القرآن: ۳۳: ۶۲